ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کی سیرت نگاری میں اہم خصوصیات

* پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤوف ظفر

قرآن مجید کے بعد سیرتِ رسول ﷺ ہی بنی نوع انسان کے لیے دائمی نمونہ عمل اور انسانیت کے لیے ابدی سرچشمۂ ہدایت ہے۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام نے نہ صرف نہایت اہتمام سے قرآن پاک کے متن، پیغام اور معانی و مطالب کو محفوظ کر کے بعد میں آنے والی نسلوں تک پہنچایا، بلکہ سیرتِ رسول ﷺ بھی انہی کے ہاتھوں محفوظ و مدوّن ہوئی۔

پہلی صدی ہجری میں کتب حدیث مغازی و سیرت ضبط تحریر میں آئیں۔ برصغیر پاک و ہند میں پہلی صدی ہجری کی آخری دہائی میں سیرتِ رسولؐ پر عربی اور فارسی زبان میں تابعین کے کام سے لے کر گیارہویں صدی ہجری کے اوائل تک اگرچہ محدود پیمانے پر کام ہوا لیکن گیارہویں صدی سے تیرہویں صدی ہجری تک بے شمار کتب سیرت مختلف عناوین کے لحاظ سے تالیف ہوئیں۔

انیسویں صدی عیسوی میں نئے اسلوب کے ساتھ سیرت رسولؐ پر سرسید احمد خانؒ، علامہ شبلی نعمانیؒ اور سید سلیمانؒ ندوی کی تصانیف منظر عام پر آئیں۔ شبلی اور سید صاحب کے بعد ان کے معاصرین قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ، ابوالکلام آزادؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے سیرتِ رسولؐ پر محتاط تحقیق اور مدافعت رسولؐ پر شاہکار تخلیق کیے۔ اس محققانہ کام کو دیکھ کر بعض لوگوں نے محسوس کیا کہ شاید اب اس موضوع میں کسی نئے اسلوب کی گنجائش نہ ہو لیکن جب ان حضرات کے بعد آنے والے ایک محقق کا کام سامنے آیا تو خیال ہونے لگا کہ سیرت پر تو ابھی کام کیا آغاز ہی ہوا ہے اور تحقیق کے اصل میدان تو اب کھلے ہیں۔ اس محقق کا نام محمد حمید اللہ ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کو دورِ جدید کا امام سیرت بلکہ مجدد علوم سیرت کہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ سیرتِ رسول ﷺ پر آپ کا تحقیقی کام اپنے انداز کا ایک منفرد اور اچھوتے اسلوب کا آئینہ دار ہے۔ آپ نے گذشتہ ایک صدی کے دوران سیرت سے متعلق موضوعات پر جو تحقیق کی ہے وہ اپنی وسعت اور تعمق، گہرائی اور تحقیق کے اعتبار سے تاریخ ادبیات سیرت میں ایک نئے اسلوب بلکہ ایک نئے عہد کے آغاز و ارتقاء کی غماز ہے۔

* ڈائریکٹر سیرت چیئر، اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور۔

علم حدیث کے ذریعے سے ڈاکٹر صاحب کا تعلق علم سیرت سے پیدا ہوا پھر انہوں نے تمام تر زندگی سیرت پر کام کرتے ہوئے گزار دی۔ کہا جا سکتا ہے کہ سیرت پر جو کام ہونا تھا وہ ہو چکا جنہیں لکھنا تھا لکھ چکے، اب سیرت پر کوئی نئی معلومات اور ذخیرہ کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ ظاہر ہے ڈاکٹر صاحب نے کوئی نیا ذخیرہ سیرت تو دریافت نہیں کیا جو واقعات و روایات سیرت دستیاب ہیں ڈاکٹر صاحب نے انہی روایات اور واقعات سے کام لیا لیکن انہوں نے بعض ایسے سوالات اٹھائے اور ان کے جوابات دیئے جن سے قدیم مصنفین نے اعتناء نہیں کیا تھا۔ صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ جس سے اندازہ ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب نے کس انداز سے سیرت کے واقعات کو بیان کیا اور اس کی تشریح وتوضیح کی۔ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب ''اسلامی ریاست: عہد رسالت کے طرز عمل سے استشہاد'' کے باب اوّل: ''مملکت اور نظم ونسق'' میں لکھتے ہیں:

> ''آج میرے پیش نظر صرف یہ بتانا ہے کہ کن حالات میں پیغمبر اسلام ﷺ کو اس بات پر مجبور ہونا پڑا کہ ایک حکومت قائم فرمائیں۔ حکومت کی اقامت پر مجبور ہونے کا لفظ میں اس لیے استعمال کر رہا ہوں کہ نبی دنیا اور دنیوی اقتدار کا طالب نہیں ہوتا۔ اس کے باوجود پیغمبر اسلامؐ ایک مملکت قائم کرتے ہیں اور اس مملکت کے حاکم اعلیٰ کی حیثیت سے حکمرانی بھی فرماتے ہیں۔ یہ کن حالات میں ہوا؟ اور کس طرح یہ مشکل کام سرانجام پایا؟ اور پھر اس مملکت میں جس کا وجود ہی نہ تھا۔ ہر چیز کا نظم ونسق حضور ﷺ کے قائم کردہ اور ایسا نظم ونسق چھوڑا کہ وہ آپ کے بعد صدیوں تک چلتا رہا اور نبی اکرم ﷺ کے نظام جہاں بانی سے فائدہ اٹھاتے آ رہے ہیں۔''(۱)

ڈاکٹر صاحب نے علم حدیث اور حدیث کے ذخائر سے کام لینے کے ساتھ ساتھ جب سیرت پر اپنی کتابیں تصنیف کیں اور خاص طور پر فرانسیسی زبان میں ان کی دو جلدوں میں جو سیرت پر کتاب ہے وہ اپنے موضوع پر عجیب اور منفرد انداز کی تحریر ہے اس میں انہوں نے صرف حدیث اور سیرت کی کتابوں سے مدد نہیں لی بلکہ قدیم جاہلی ادب، علم انساب، تذکرہ، سوانح عمری، سفرناموں اور ایسی ہی دوسری کتابوں سے بھرپور کام لیا ہے۔ اور ان سب میں سیرت سے متعلق جو مواد تھا ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف اسے اپنے تصنیف میں شامل کیا ہے بلکہ اس سے سیرت نبویؐ کی تشریح وتوضیح بھی کی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کا اسلوب سیرت نگاری

سیرت پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی آٹھ زبانوں میں فاضلانہ تحقیقی تصانیف، تراجم، مقالات اور خطبات کی مکمل فہرست ترتیب دینا تو ممکن نہیں ہے۔ جن کتب تک میری رسائی ہوئی ہے ان سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی سیرت نگاری پر روشنی ڈالی گئی ہے ان کی کتب، سیرتِ رسولؐ کے ایسے پہلوؤں کو سامنے لاتی ہیں جو اپنی انفرادیت میں ایک عجیب امتیاز رکھتے ہیں۔ بطور سیرت نگار آپ کی سیرت نگاری کے چند پہلو درج ذیل ہیں:

❶ حقائق پسندی

ڈاکٹر صاحب حقائق کو مصلحتاً پوشیدہ رکھنے کے قائل نہیں بلکہ ان کی تحریریں حقیقت پسندی اور معقولیت کی بہترین مثالیں ہیں: ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' کے تتمہ عرض میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''حبیب خدا، روحنا فداہ، کی ذات دوستوں کی تعریف وتوصیف سے بھی اس طرح بالا ہے جس طرح دشمنوں کی طنز وتشنیع سے۔ خدا سلف صالح کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے بڑی دیانت داری سے سیرت خیر البشرؐ کے ہر پہلو کو بے کم وکاست بعد والوں کے لیے محفوظ کیا اور لومۃ لائم کی پرواہ کیے بغیر ان چیزوں کو بھی بیان کیا جو پہلی نظر میں بعض دوستوں کو پسند نہیں آتیں۔ اگرچہ ذرا غائر نظر ڈالنے والا اس ظاہری دھبے کے حسن و کمال پر پھڑک اٹھتا ہے .... یہ نمونہ معجزات اور خارق عادات و طریق کار کے متعلق نہیں ہوسکتا۔ اس لیے اس ناچیز نے سیرت پاک کے انہی پہلوؤں پر زور دیا ہے جو عالم اسباب کے مناسب اور ہر انسان کے لیے قابل عمل ہوں۔ پیچیدہ معاملات میں تاویل وہ کی ہے جو اس انسانی حیثیت کے زیادہ قریب ہو۔ یہ شانِ رسالتؐ میں بے ادبی و بدگمانی سے نہیں، قرآنی اور ربانی احکام کی تعمیل میں ہے۔''(۲)

ڈاکٹر صاحب اپنی تصنیف ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

> ''پیغمبر اسلام اگرچہ بنو ہاشم سے تعلق رکھتے تھے لیکن ایک تو آپ عبد المطلب کے بڑے بیٹے کے بڑے بیٹے نہ تھے اور نہ کسی طور پر جانشین تھے، بلکہ یتیم پیدا ہوئے تھے

اور چچانے پرورش کی تھی۔ یہ کہنا گستاخی نہیں بلکہ امر واقعہ کا اظہار کرنا ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک جونیئر گھرانے کے جونیئر فرد تھے۔ آپ کو نبی تسلیم کرنا بنی امیہ ہی کو نہیں خود بنی ہاشم کے سینئر افراد کو گراں گزرتا تھا۔ ظالم چچا ابولہب ہی نہیں بلکہ ہمدرد سرپرست چچا ابوطالب کو زندگی بھر اپنے سے چھوٹے کی یہ حیثیت وقار کرنا اوقات کے خلاف ہی نظر آتا رہا۔'' (۳)

''عہدِ نبویؐ کے میدانِ جنگ'' میں ڈاکٹر صاحب جنگ بدر کے سبب کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''ایک طرف تو قریش کا مسلمانوں پر مظالم توڑ کر انہیں جلا وطنی پر مجبور کرنا، جلا وطنی پر ان کی جائیدادوں کو ضبط کر لینا اور ان کے نئے مسکن (حبشہ اور پھر مدینے) میں وہاں کے حکمرانوں اور بااثر لوگوں کو ان تارکین وطن کو پناہ نہ دینے کی ترغیب دینا، دوسری طرف ان ناانصافیوں کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ سے مسلمانوں کا قریش پر معاشی دباؤ ڈالنا اور بزورقریشی قافلوں کی آمدورفت کو اپنے زیر اثر علاقے میں روک دینا، یہی بدر کی لڑائی کا باعث ہوسکتے ہیں۔ قریشی قافلوں کو لوٹ لینا، ڈاکہ اس وقت سمجھا جائے جب یہ بےقصور ہوں اور لوٹنے والے حکومتی نہیں بلکہ خانگی افراد ہوں ورنہ دو سلطنتوں میں کشیدگی پر نہ صرف جان بلکہ مال وآبرو کے خلاف بھی ہر فریق دوسرے کو نقصان پہنچانے کا پورا حق رکھتا ہے یہی وجہ ہے کہ میں ان لوگوں سے متفق نہیں ہوں، جو قریشی قافلوں کو لوٹنے کے لیے بھیجی ہوئی مہموں کے وجود ہی سے انکار کرتے ہیں۔'' (۴)

❷ ذخائرِ مخطوطات میں سے قدیم کتب کی دریافت

سیرت پر آپ کے تحقیقی کام کا سب سے اہم پہلو مستند واقعات رکتب کی دریافت، تدوین اور اشاعت ہے۔ حیات طیبہؐ کے بارے میں محمد بن اسحاق بن یسار (۸۵ھ-۱۵۱ھ) کی مولفہ سیرت ''سیرۃ ابن اسحاق'' مسماۃ ''کتاب المبتدا و المبعث و المغازی'' صحیح ترین اور مستند ترین مراجع میں سے ہے۔ محمد الفاسی ''سیرۃ ابن اسحاق'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ سیرت ابن اسحاق میں سے کتاب ہذا کی اشاعت کو عربی

> علمی ورثہ کے احیاء کی تاریخ میں ہمیشہ ایک عظیم واقعہ شمار کیا جائے گا۔علماء و محققین کے قلوب مدت دراز سے اس کتاب کی طرف راغب و مشتاق تھے اس سے قبل یہ گمان ہو چکا تھا کہ یہ کتاب بہ تمام و کمال صفحہ ہستی سے ناپید ہو چکی ہے اور اس کے کسی حصہ کی دستیابی سے مایوسی لاحق ہو چکی تھی۔علامہ محقق استاذ محمد حمید اللہ نے اس کتاب کو منصئہ شہود پر لانے اور اس کی طباعت میں جو کوشش صرف کی ہے میں اس کی تعریف و تحسین کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔انہوں نے اس کی تصحیح و مراجعت میں بزرگوں کے سے صبر کا مظاہرہ کیا ہے کیونکہ اس ضمن میں مغرب کے علاوہ دیگر علاقوں سے خط و کتابت مطلوب تھی اور اس کے لیے طویل عرصہ درکار تھا۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انہوں نے اس جلیل القدر کتاب کو پردہ اخفاء سے نکال کر اس تحقیقی اور قیمتی اشاعت کا کام مکمل کر دیا ہے۔'' (۵)

سیرۃ ابن اسحاق کا اردو ترجمہ نور الٰہی ایڈووکیٹ نے کیا۔محمد طفیل نے ''نقوش'' کے رسول نمبر میں شائع کیا۔محمد طفیل، مدیر نقوش لکھتے ہیں کہ:

> ''جب میں نے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب کو یہ لکھا کہ رسول نمبر کے لیے کوئی خاص چیز بھیجیں تو انہوں نے بتایا کہ ''سیرت ابن اسحاق'' دریافت ہوئی ہے۔مسودہ بھی تیار کر کے پبلشر کے حوالے کر دیا ہے۔مگر وہ ابھی تک نہیں چھپی۔ پبلشر کو خط لکھیے کہ جلد چھاپ دے۔چھپ جائے تو آپ اس کا اردو ترجمہ چھاپ دیں چنانچہ ایسا کیا گیا کیونکہ ہم سب تیرہ سو سال سے یہ سنتے آرہے تھے کہ سیرۃ ابن اسحاق کا وجود ہے۔مگر معاملہ سب کی دسترس سے باہر رہا۔الحمدللہ کہ اتنے عرصے کے بعد آج ہم اس قابل ہوئے کہ سیرت ابن اسحاق کو اردو میں پہلی بار چھاپنے کا اعزاز حاصل کر رہے ہیں۔ اب سیرت کی کتابوں کو اس سیرت کی روشنی میں بھی سوچا، سمجھا اور لکھا جائے گا۔ پہلے ہم یہ جملہ پڑھتے تھے کہ ابن اسحاق نے یہ کہا، اب یوں پڑھیں گے کہ ابن اسحاق نے یہ لکھا ہے۔'' (۶)

سیرتِ نبوی پر اس کتاب کا مراکش کے قدیم شہر فاس کی جامع قرویین کے کتب خانے سے تلاش کر کے

شائع کرنا، ڈاکٹر صاحب کی بہت بڑی خدمت ہے۔ نادر ونایاب ذخیرہ حدیث کے مخطوطے کی دریافت بھی ان کا وہ کارنامہ ہے جسے تاریخی کہا جا سکتا ہے اور وہ صحیفہ ہمام بن منبہ کی ترتیب، انگریزی میں ترجمہ اور اس کی اشاعت ہے۔ تیسری صدی ہجری کے مشہور مورخ البلاذری کی کتاب ''انساب الاشراف'' کی پہلی جلد جو کہ سیرت نبویؐ پر ہے، کو مدون کر کے ڈاکٹر صاحب نے تاریخ اسلام کی بڑی خدمت سرانجام دی ہے۔ اسی طرح ابن حبیب بغدادی کی کتاب ''المحبر'' کو ایڈٹ کیا، اور اس کی فہارس بنائیں، یہ کتب انساب پر ہیں مگر ان میں سیرت نبویؐ پر بہت ہی عمدہ مواد دستیاب ہے ان سے بھرپور استفادہ فرمایا۔

❸ منفرد انداز تحقیق اور مشاہدہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے سیرت نبویؐ کے متعلق تحقیق میں جو اسلوب اختیار کیا ہے وہ بہت معیاری ہے، محض سنی سنائی اور روایتی بات نقل کر دینا کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ جب تک واقعہ کی تہہ تک نہ پہنچ جائیں اور اس کے ذرائع کی خوب چھان بین نہ کر لیں کوئی بات نقل نہیں کرتے مثلاً: ''عہدِ نبویؐ کے میدان جنگ'' نہ صرف ڈاکٹر صاحب کی قدیم تصنیفات میں سے ہے بلکہ اس کا موضوع بھی بڑا منفرد قسم کا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جغرافیہِ سیرت اور عسکریاتِ سیرت کا نہ صرف قدیم ترین ماخذ سے مطالعہ کیا بلکہ خود کئی ماہ مدینہ منورہ میں مقیم رہ کر غزوات نبویؐ کے مقامات کا مشاہدہ کیا۔ مقامات کو خود ناپ ناپ کر ان کے فاصلے متعین کیے اور ان کے نقشے بنائے۔

سیرتِ نبویؐ پر ڈاکٹر صاحب کی یہ کتاب اپنی ترتیب، تہذیب وتحقیق میں بالکل اچھوتی ہے۔ اس کو پڑھنے سے اس کی کئی ایک جہتیں سامنے آتی ہیں۔ پہلی اور اہم بات تو یہ ہے کہ ان غزوات کے میدانوں کا ڈاکٹر صاحب نے خود معائنہ کیا اور مشاہدہ کیا اپنے ہاتھ سے اس کے خاکے تیار کیے۔ اس لحاظ سے اس کتاب کو سیرت طیبہؐ پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک منفرد حیثیت حاصل ہوتی ہے یہ کتاب لکھتے ہوئے جب غزوہ اُحد پر پہنچے تو خیال آیا کہ یہ جنگ مدینہ منورہ کے سامنے کی بجائے شہر کے پیچھے کیوں لڑی گئی؟ اس لیے لکھنا ملتوی کر دیا۔ حالانکہ بقول انہی کے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ جنگ اسی میدان میں ہوئی اور اسی نام سے موسوم ہے۔ میدان اُحد اور جبل احد آج بھی اسی جگہ موجود ہیں۔ چنانچہ اس کے بیس سال بعد موصوف کو بغرض ادائیگی حج ارض حجاز آنے کا موقع ملا تو یہاں بھی مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ وغیرہ کے تمام کتب خانے چھان لیے۔

لوگوں سے گفتگو کی۔ یہاں تک بستیوں میں جا کر مقامی بدوؤں سے بھی ملے کہ شاید یہ بات انہیں سینہ بہ سینہ ملی ہو مایوسی ہوئی، لیکن بالآخران کی یہ حسن طلب مدینہ منورہ ہی میں ایک چھوٹی سی کتاب سے پوری ہوئی کہ جب کفار مکہ جنگ کے لیے نکلے تو ان کے پاس تیز رفتار سواریاں (گھوڑے اور اونٹ) بھی تھے تو انہوں نے طے کیا کہ سیدھے مدینہ کا رخ کرنے کی بجائے دور دور سے ہوتے ہوئے مدینہ کے پیچھے سے غفلت میں حملہ کیا جائے۔ ڈاکٹر صاحب کو اس انکشاف سے تشفی ہوئی تو وطن عزیز حیدر آباد لوٹ کر اس اہم دستاویزی کتاب کو مکمل کیا۔

ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کا اپنا ہی انداز ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب (Muhammad Rasulullah) میں نبی کریمؐ کی تاریخ پیدائش ۱۷/جون ۵۶۹ء تحریر کی ہے حالانکہ دیگر مؤرخین نے ۱۲/ربیع الاول ۵۷۱ء لکھی ہے۔ لیکن ہمارے محترم ڈاکٹر صاحب کو اس تاریخ سے بربنائے تاریخی شواہد اتفاق نہیں، آپ جون ۵۶۹ء کو ترجیحاً انتخاب کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

> " It was on Monday 17th June 569 of Christian era for determination of which see my article in the Journal of Pakistan Historical Society Karachi 1968 (xvi) 216-9 that a boy was born in an obscure part of the worked at Mecca, in the Desert continent of Arabia." (7)

اپنی اس تصنیف میں ڈاکٹر صاحب حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر سے ایک بیٹے ہند ابن ابی ہالہ کی اپنے سوتیلے باپ (رسول خداؐ) سے غیر معمولی محبت اور احترام کو سامنے لاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ ہند ابن ابی ہالہ نبی کریمؐ کے حلیہ شریف کے بارے میں سب سے بڑا راوی قرار پایا اور وہ نہایت خوب صورت انداز میں آپؐ کے سراپے کو بیان کرتا ہے۔

> ''انؐ کا منہ یاقوتوں سے بھرا ہوا صندوقچہ تھا۔ انؐ کا چہرہ چودھویں کے چاند سے زیادہ حسین تھا۔'' (۸)

غارِ حرا کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''خوش قسمتی سے مجھے اس غار کو دیکھنے کی سعادت حاصل ہے۔جبل النور مکہ کے شرقی نواح میں شہر کے وسط سے تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔حجاج جب منیٰ جاتے ہیں تو یہ پہاڑی ان کے بائیں جانب ہوتی ہے۔ یہ مخروطی شکل کی بلند پہاڑی ہے جو آس پاس کے سلسلہ کوہ سے بالکل الگ تھلگ ہے۔غار حرا پہاڑی کی چوٹی پر ہے اور ایسی چٹانوں سے عبارت ہے جو ایک دوسری کے اوپر کھڑی ہے۔اس کے اندر سے مٹی بہہ چکی ہے اور بڑے بڑے پتھر اس کی دیواروں اور چھت کا کام دیتے ہیں۔اندر سے غار اتنی بلند ہے کہ اس میں سیدھا کھڑا ہونا ممکن ہے۔غار کا طول وعرض بھی اتنا ہے کہ ایک انسان اس میں سہولت سے لیٹ سکتا ہے۔غار کی لمبائی چوڑائی سے زیادہ ہے۔ قدرتی طور پر اس کا رخ کعبۃ اللہ کی طرف ہے۔'' (۹)

ڈاکٹر صاحب کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے خود مشاہدہ کر کے یہ تحریر لکھی ہے۔ڈاکٹر صاحب اپنی محققانہ مہارت کے نمونہ ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' میں جنگ خندق کا ذکر کرتے ہوئے اس موقع پر کھودی جانے والی خندق کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''کچھ تفصیلیں مجھے ملیں ہیں کہ یہ خندق اتنی چوڑی تھی کہ تیزی سے دوڑنے والا گھوڑا بھی اس کو پھلانگ کر عبور نہ کر سکے اور گہرائی اس قدر تھی کہ اندر کوئی آدمی ہو تو اپنے آپ باہر نہ آ سکے یعنی تین چار گز گہرائی ہوگی۔'' (۱۰)

آپ کی کتاب ''عہدِ نبویؐ میں نظام حکمرانی'' میں دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور، کے عنوان کے تحت آپؐ کے عہد میں مملکتِ مدینہ کے دستور کے حصہ دوم پر تحریر آپ کی گہری تحقیق کو ظاہر کرتی ہے۔لکھتے ہیں کہ:

''دستور کا حصہ دوم، یعنی یہودیوں کا دستور العمل میرے خیال میں جنگ بدر کے بعد کا واقعہ کا ہوسکتا ہے اس سے پہلے کا ہونا قرین قیاس نہیں۔اگر چہ پوری دستاویز ایک ہی کل کی حیثیت رکھتی ہے۔اس کی عبارت اور اندازِ اسلوب سے بھی ایک ہی مرتب کنندہ کا ہونا پایا جاتا ہے اور مسلمان مؤرخ عام طور پر یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دستاویز ۱ھ کی ابتداء میں مرتب ہوئی۔لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ۱ھ میں دستاویز کا حصہ اوّل

مرتب ہوا ہو اور بقیہ حصہ ۲ ہجری میں جنگ بدر کے بعد مرتب کر کے حصہ اوّل کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہو۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ''لسان العرب'' میں اس دستاویز کا جہاں کہیں ذکر آیا ہے وہاں اس کے دو نام دیئے گئے ہیں۔ ایک جملے میں اسے '' فی کتابه للمهاجرین والانصار '' کہہ کر اسے دستور العمل مہاجرین و انصار سے یاد کیا گیا ہے اور اسی سے ذرا نیچے حصہ دوم کے سلسلے میں '' ووقع فی کتاب رسول الله ﷺ لیهود '' دستور العمل یہودیان، کی اصطلاح برتی گئی ہے۔'' (۱۱)

''عہدِ نبویؐ میں نظام حکمرانی'' کے باب ''ہجرت' میں ڈاکٹر صاحب لفظ ہجرت کے بارے میں اپنی تحقیق کو سامنے لاتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ لفظ ''ہجر'' سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی حبشی اور بعض دیگر سامی زبانوں بلکہ خود قدیم عربی میں ''شہر'' کے ہیں۔ پھر مزید لکھتے ہیں جب ''ہجر'' کے معنی شہر کے ہیں تو ہجرت کے معنی ابتداء صرف یہی ہو سکتے تھے کہ کسی بستی، کسی شہر میں جا کر آباد ہو جانا اور خانہ بدوشی کی جگہ حضری زندگی اختیار کر لینا۔ پھر تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ غرض ہجرت کے لغوی معنی شہر میں جا بسنے کے تھے اور آسان ہے کہ کوئی صحرا کی تکلیف دہ زندگی کو چھوڑ کر نخلستان کی سرسبز بستی میں جا بسے تو لفظ ہجری کو بعد میں یہ معنی دیئے جائیں کہ کسی نعم البدل کو حاصل کرنا۔ کسی خراب جگہ کو چھوڑ کر اچھی جگہ رہنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ رسولِ کریمؐ کے ترکِ وطن کر کے مدینہ جا رہنے کو اسی آخر الذکر مفہوم میں بلحاظ ادب ''ہجرت'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔ ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ سیرتِ نبویؐ اور خلافتِ راشدہ کے سلسلہ میں ہجرت کے معنی صرف ہجرت مدینہ ہی نہ تھے بلکہ نو مسلموں کا اسلامی علاقے میں آ کر اکٹھا ہونا اور مسلم نو آبادکاروں کا لے جا کر بسانا اسی نام سے یاد کیا گیا ہے۔'' (۱۲)

ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''خطباتِ بہاولپور'' کے خطبہ ۵ میں اس سوال کہ ''اسلام میں دوسری ریاست پر جارحیت کرنا جائز نہیں لیکن مدینہ کی ریاست جب مضبوط ہوگئی تو مکہ پر حملہ کرنے میں پہل کی گئی اس کی کیا وجہ تھی؟

کا جواب اگر دیکھا جائے تو آپ کی تحقیقی جستجو کھل کر سامنے آ جاتی ہے آپ کہتے ہیں کہ:

حدیبیہ کے مقام پر ۶/ھ میں مسلمانوں اور اہل مکہ کے درمیان جو صلح ہوئی تھی، اس میں شرط یہ تھی کہ فریقین ایک دوسرے پر پوشیدہ یا علانیہ، ظلم و تعدی کرنے سے باز رہیں گے۔ اس کے باوجود جب مکہ کے حلیف قبیلے بنو کنانہ اور مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنوخزاعہ میں جھگڑا ہوا تو اہل مکہ نے معاہدے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے بنو کنانہ کو ہتھیار فراہم کیے اور پھر چھپ کر قبیلہ بنوخزاعہ پر حملہ کیا اور مسلمانوں کو بھی قتل کیا۔ اسی صورت حال میں مسلمان سزا اور انتقام کے طور پر اہل مکہ پر حملہ کرتے ہیں۔ اسے جارحانہ حملہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ابتداء ان کی طرف سے ہوئی تھی اور جواب مسلمانوں نے دیا تھا۔ البتہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے میں کہوں گا کہ فتح مکہ کے موقعہ پر رسول اللہؐ نے ایک سپہ سالار کی حیثیت سے ایسا کارنامہ سرانجام دیا جس پر آدمی ششدر رہ جاتا ہے۔ اس زمانے میں دس ہزار کی فوج چھپ کر کہیں جا نہیں سکتی تھی اور رفتار اتنی سست تھی کہ مدینہ سے مکہ جاتے ہوئے اگر آج دو گھنٹے لگتے ہیں تو اس وقت دو ہفتے لگتے تھے اس کے بعد مسلمانوں کی فوج مدینہ سے مکہ شہر کے مضافات میں پہنچ کر کیمپ ڈالتی ہے۔ اس وقت تک مکہ والوں کو کوئی اطلاع نہیں ہوئی تھی۔
پھر شہر مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جاتا ہے ایک قطرہ خون بہائے بغیر آنحضرت ﷺ کے ایک جملے سے کہ:

''آج تم پر کوئی ذمہ داری باقی نہیں، جاؤ سب آزاد ہو، نتیجہ یہ نکلا کہ ان کی کایا پلٹ گئی اور وہ سب کے سب راتوں رات پورے خلوص سے مسلمان ہو گئے۔ بہر حال تاریخی واقعات کی روشنی میں فتح مکہ کو جارحانہ جنگ قرار نہیں دیا جا سکتا۔'' (۱۳)

ڈاکٹر صاحب ''دین'' کے موضوع کے تحت لکھتے ہیں کہ:

''مغربی مؤرخوں کی تالیفات میں ایک اور چیز بھی نظر آتی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب وحی نازل ہوتی تو رسول اللہؐ لیٹ جاتے اور آپؐ کے چہرے کو ڈھانپ دیا جاتا، جیسا کہ پرانے کاہنوں کی عادت تھی۔ میں نے اس بارے میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ آپؐ کے چہرے کو ڈھانپ دینا اور آپؐ کا لیٹ جانا، صرف ایک مرتبہ پیش آیا ورنہ عام طور پر ایسی کوئی صورت کبھی واقع نہیں ہوئی۔ مثلاً اونٹنی پر ہیں، یا منبر پر کھڑے ہوئے خطبہ دے رہے ہیں تو وہاں پر چہرے یا جسم کو کسی کپڑے سے ڈھانپ دینے اور آپ کے

لیٹ جانے کی کوئی صورت کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ ایک واقعہ یہ ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کی عفت کے بارے میں جھوٹے بہتان لگائے گئے تھے تو ایک دن آپ ﷺ حضرت عائشہؓ سے ملنے کے لیے، ان کے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مکان میں گئے کیونکہ وہ اس زمانے میں اپنے والدین کے گھر تھیں۔ وہاں آنحضرت ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے گفتگو کی، کچھ سوالات کیے۔ پھر یکایک آنحضرتؐ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ راوی لکھتا ہے کہ رسول اللہؐ لیٹ گئے اور آپؐ کے چہرے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کی بیوی نے احتراماً ایک چھوٹا سا کپڑا ڈال دیا۔ اس خیال سے کہ کہیں رسول اللہؐ کی متغیر حالت کو دیکھ کر ہم ہنس پڑیں یا ان پر بے ادبی سے نظر نہ پڑ جائے۔ اس ایک روایت کے علاوہ اور اس خاص واقعہ کے علاوہ کہیں یہ نظر نہیں آتا کہ وحی کے نزول کے وقت رسول اللہؐ لیٹ جاتے ہوں اور رسول اللہؐ کے چہرے کو لوگ ڈھانپ دیتے ہوں۔'' (۱۴)

ان تمام حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہر بات کو پورے چھان پھٹک کر لکھتے ہیں۔ اور حدیث اور تاریخ کے تمام ذخیرے پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

4 جدید اور سائنٹفک انداز

ڈاکٹر صاحب کی تحریروں میں عام مبلغوں کی طرح جذبات کی بجائے معقولیت اور فکری اپیل ہوتی ہے وہ قدیم و جدید دونوں مآخذ کے حقیقی و تقابلی مطالعے کے بعد اپنے نتائج فکر، نہایت متانت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ان کی تحریریں سائنٹیفک انداز و اسلوب کا دلکش نمونہ ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ قرآن و حدیث کے وسیع مطالعے، مختلف زبانوں پر عبور رکھنے اور موجودہ دور کے تقاضوں کو سمجھنے کے سبب، تمام تحریروں میں سائنسی انداز اختیار کرتے ہیں۔ اپنی کتاب ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' جو ڈاکٹر صاحب کے کمالات کا آئینہ ہے، کے باب نمبر ۲۲ میں ''اصل مکتوب نبویؐ بنام نجاشی کی نئی دستیابی'' کے عنوان سے اس خط کی نقول حاصل کرنے کے لیے اپنی تگ و دو کے بارے میں رقم طراز ہیں:

''۱۱ر مئی ۱۹۳۹ء کو جب میں نے آکسفورڈ میں ''ابتدائے سن ہجری کے چند عربی

کتبات مدینہ'' پر ایک لیکچر دیا اوران کتبات کے خط کا مقابلہ سابق میں دستیاب شدہ مکتوباتِ نبویؐ (بنام مقوقس و منذر) سے کیا تو پروفیسر مارگولیتھ (Margoliath) نے جلسے میں بیان کیا تھا کہ ایک مکتوبِ نبویؐ جونجاشی حبشہ کے نام بھیجا گیا تھا دستیاب ہوگیا ہے اور اسکاٹ لینڈ کے ایک شخص مسٹر ڈنلاپ کے پاس ہے۔ جلسے کے بعد میں نے پروفیسر مارگولیتھ کے توسط سے اس شخص کو ایک خط بھیجا۔ کئی ماہ بعد مجھے اس کا جواب حیدرآباد میں ملا۔ خط نویسندہ مسٹر ڈنلاپ کا قیام ان دنوں شام میں تھا۔ جواب میں مکتوب مبارک کی ایک نقل جو ہاتھ سے کی گئی تھی منسلک تھی اور وعدہ تھا کہ سکاٹ لینڈ واپسی پر مجھے فوٹو بھی بھیجا جائے گا۔ نیز یہ کہ اس پر ایک مضمون جو لندن کے رسالہ جے۔آر۔اے ایس میں چھپے گا۔ اتنے میں جنگ شروع ہوگئی لیکن اتنے حالات میں نے اسلامک کلچر (حیدرآباد، اکتوبر ۱۹۳۹ء ص ۴۲۹ کی تعلیق نمبر ۱) اور مصر میں شائع شدہ کتاب الوثائق السیاسیۃ (مکتوب نمبر ۲۱ کی تعلیق) میں شائع کرا دیئے۔ مسٹر ڈنلاپ کا موجودہ مضمون صفحہ نمبر ۵۴ تا ۶۰ میں چھپا اور مکتوب مبارک کے فوٹو کا بلاک بھی وہیں شائع ہوا۔ اس کے بعد اس مکتوب کی مختصر تعریف ہے اور پھر مکتوب کی عربی عبارت درج ہے بعدازاں ڈاکٹر صاحب نے اس پر تبصرہ کیا ہے۔'' مسٹر ڈنلاپ نے اس مکتوب کے جعلی ہونے کی رائے ظاہر کی۔ ڈاکٹر صاحب نے مسٹر ڈنلاپ کی سات دلیلیں نقل کر کے ان کے تسلی بخش جوابات دیئے ہیں (۱۵) پھر دلائل سے خط کو رسول اللہ ﷺ کا اصل مکتوب ثابت کیا ہے۔(۱۶)

5 جدید عنوانات

ڈاکٹر صاحب نے سیرت النبیؐ کے مختلف گوشوں کے تعلق سے دلچسپ اور انوکھے عنوان قائم کر کے موجود نسل کے ذہنوں کو روشن کیا ہے۔ مثلاً عہدِ نبوی کے میدان جنگ، رسول اللہؐ کی سیاسی زندگی، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، عہد نبویؐ کا نظام تعلیم، دنیا کا پہلا تحریری دستور، قرآنی تصورِ مملکت، ہجرت یا نوآبادکاری، اسی نوعیت کے خیال انگیز اور آج کے حالات سے مطابقت رکھنے والے ان کے بے شمار مضامین عصری تحقیقات کے طریقوں سے آراستہ، آئے دن مختلف زبانوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ آپ نے سیرت سے متعلق

بہت سے ایسے سوالات اٹھائے ہیں جن کا جواب سیرت کی عام کتابوں میں تو درکنار امہات الکتب میں بھی نہیں ملتا۔لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنی مخلصانہ تحقیق اور مجددانہ بصیرت سے ایسے بہت سے لاینحل عقدے حل کیے اور تلامذہ سیرت کو نئی نئی روشنیاں عطا کیں: Muhammad Rusullah میں ڈاکٹر صاحب نے نبی کریمؐ پر نزول وحی کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اسے ایک انوکھے عنوان کے تحت بیان کیا ہے اور عنوان کا نام ہے:''اللہ کا جدید ترین منشور''۔(۱۷)

ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' میں ''رسول اکرم ﷺ کی سیرت کا مطالعہ کس لیے کیا جائے'' ہر سنجیدہ طالب علم اور ذاتی غور وفکر کے مستقل رائے قائم کرنے کے خواہش مند کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول اسلام کا مطالعہ اب بھی کیوں کیا جائے؟ جب کہ آپؐ کی وفات پر ساڑھے تیرہ صدیاں گزر چکی ہیں۔علوم وفنون میں بے انتہاء ترقی ہو چکی ہے۔متمدن قوموں کے ماحول اور تصور حیات میں زمین وآسمان کا فرق آ چکا ہے۔ڈاکٹر صاحب نے اس بارے میں جو کچھ لکھا ہے اسے پڑھ کر قاری کو اطمینان حاصل ہوتا ہے اور تشنگی باقی نہیں رہتی۔آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''یوں تو کسی مسلمان کی زندگی اسی وقت اسلامی کہلاتی ہے جب وہ قرآن مجید کے احکام کے مطابق ہو لیکن خود قرآن کریم نے متعدد موقعوں پر سنت نبویؐ کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا ہے اور اسے واجب التعمیل قرار دیا ہے۔ اس سے سنت نبویؐ یا صحیح و مسلمہ سیرت کی حیثیت بھی جزءِ قرآن نہیں تو کم از کم ضمیمہ قرآن اور تتمہِ قرآن کی ہو جاتی ہے۔''

اس کے بعد چند آیات تحریر کرتے ہیں جو سنتِ رسول کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہیں اور فرماتے ہیں کہ:

> ''ان اور دیگر آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ پیشوائے اعظم، سردار دو عالمؐ کا قول، آپؐ کا فعل اور جن چیزوں کو آپؐ نے اپنے صحابہ میں روا و برقرار رکھا ان سب پر عمل کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا خود احکام قرآنی۔'' (۱۸)

ڈاکٹر صاحب نے اپنی اس کتاب میں صلح حدیبیہ کے حوالے سے بھی یہ تذکرہ کیا ہے اور انوکھا عنوان تجویز کیا ہے:''صلح حدیبیہ کی فتح یا عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار'' ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

''حدیبیہ کی اس صلح (یا بقول قریش ''شکست'') کو قرآن مجید میں مسلمانوں کے لیے ''فتح مبین ''اور''نصر عزیز'' کے ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔ اسلامی حکومت تو قریش کی منہ مانگی شرطیں منظور کرنے کو تیار تھی صرف خیبر سے ان کی غیر جانبداری مطلوب تھی۔ اسے قریش نے منظور کر لیا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ رعایتیں منظور کر لی تھیں۔ باسمك اللهم (یعنی اے اللہ تیرے نام سے) کے فارمولے میں کوئی شرک یا بت پرستی نہیں ہے اور ''محمد بن عبداللہ'' کو منظور کرنے میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ تھا اسی طرح عمرے میں رکاوٹ معمولی امر ہے۔ اور ''من استطاع الیه سبیلا '' کے باعث اس وقت وہ مسلمانوں پر فرض نہ تھا۔ ایک طرف تحویل ملزمین کی توجیہ خود جناب رسالتؐ نے فرمائی کہ ہمارے پاس سے بھاگ کر آنے والا مسلمان ہی ہوگا اور اگر وہ اپنے ہم وطنوں کے مظالم پر صبر کرے گا تو خدا اس کو اجر دے گا۔ یوں بھی چند دنوں بعد اسلامی عملداری سے باہر نومسلموں نے قریشی کاروانوں کا کچھ اتنا ناطقہ تنگ کیا کہ خود قریش نے جناب رسالتؐ مآب سے التجا کی کہ اس شرط کو منسوخ کر کے ان نومسلموں کو مدینہ بلا لیں اور مسلمانوں کے لیے سخت نازک ترین زمانے میں حدیبیہ میں قریش کا اس صلح پر آمادہ ہو جانا اسلامی سیاست خارجہ کی ایک واقعی ''فتح مبین اور''نصر عزیز'' تھی جس کے باعث ان کے ہاتھ کھل گئے اور ایک مضبوط مستحکم حکومت قائم کر لی۔''

ڈاکٹر صاحب کے اس تمام بیان سے ہمارے لیے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ کے پیش نظر کیا حکمت تھی کہ جس کی بناء پر آپؐ نے قریش کا مطالبہ یا شرائط کو تسلیم کیا۔ اس وضاحت سے یہ بات ہمارے سامنے کھل کر آ جاتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب واقعی سیرت سے متعلق نئی روشنی عطا کرتے ہیں کہ جس کی بناء پر اس وقت کے حالات کو واضح انداز میں دیکھا جا سکتا ہے۔ پھر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہی وہ صلح حدیبیہ ہے جسے عہد نبوی کی سیاست خارجہ کا شاہکار کہنا چاہیے۔'' (۱۹)

❻ سیرت نبوی ﷺ کے نئے پہلوؤں کا انکشاف

ڈاکٹر صاحب گہرے مطالعے اور جستجو کی بنیاد پر سیرتِ نبویؐ کے بہت سے پہلو سامنے لاتے ہیں۔ ان کے اخذ کردہ نتائج ہمارے لیے نئے انکشافات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ نے ''خطباتِ بہاولپور'' میں محکم دلائل سے بہت سی نئی باتیں پیش کیں اور جا بجا ایسے نکات نکالے جن سے غور و فکر کی نئی راہیں کھلتی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کا سلوک نوجوانوں کے ساتھ میں، ڈاکٹر صاحب بتاتے ہیں کہ نبی کریمؐ ذمہ داری کا اکثر کام نوجوان ہی کے سپرد کرتے تھے۔ جب کوئی قبیلہ اسلام قبول کرتا تو آپ کسی ذہین فطین نوجوان کو اس کا سردار مقرر فرماتے۔ اسی طرح صفہ میں ابتدائی تعلیم اور لکھنا پڑھنا، سکھانا، یہ کام نوجوان رضا کاروں کے سپرد تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو ایک معرکے کا افسر بنایا اس وقت حضرت علیؓ کی عمر مشکل سے پچیس سال ہوگی۔ بعد میں انہیں گورنر اور قاضی کے عہدے بھی دیئے۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ نے مختلف نوجوانوں کی ذاتی صلاحیتوں کو دیکھ کر ایک فنی تخصیص کا موقع دیا۔ آپؐ کے مشیرانِ خاص بھی اکثر نوجوان تھے۔ غرض کہ ڈاکٹر صاحب اس مضمون کے ذریعے نبی کریمؐ کی سیرت کا اچھوتا پہلو ہمارے سامنے لائے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب عہدِ نبوی کی سیاستکاری کے چند اصولوں کو ہمارے سامنے لائے ہیں۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی ''سیاسی زندگی'' میں ایک عنوان ''ختم المرسلینی کے لیے آپؐ کے انتخاب کی وجہ قائم کیا ہے۔'' (۲۰)

❼ جدتِ اسلوب

ڈاکٹر محمد حمید اللہ سیرت نبوی کے وہ گوشے سامنے لاتے ہیں جن پر اس انداز میں آج تک نہ لکھا جا سکا۔ اس کی ایک مثال ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''عہد نبوی کے میدان جنگ'' ہے۔ اس کتاب کے دیباچے میں ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

> ''سیرتِ نبویؐ پر دنیا کی ہر مہذب زبان میں کم یا زیادہ تفصیل کے ساتھ مواد فراہم ہو چکا ہے۔ اس مواد کے فراہم کرنے والے دوست بھی ہیں، مخالف و معاند بھی، سیرت نبوی کے جنگی حصے پر بھی مواد کی کوئی کمی نہیں لیکن غزوات نبوی پر تاریخی نہیں بلکہ حربیاتی (فن حرب) کے نقطہ نظر سے میرے پڑھنے یا سننے میں اب تک کوئی چیز نہیں آئی۔ ساڑھے تیرہ سو سال پہلے کی جنگوں پر کچھ لکھنے کے لیے حربیاتی اور تاریخی دو مختلف قسم کی

مہارتیں درکار ہیں۔ میں ان دونوں سے بھی محروم رہا ہوں۔ لیکن مردے از غیب بروں آید و کارے بکند کا یا خود میں ان صلاحیتوں کے پیدا ہونے اور ''نو من تیل'' کے فراہم ہونے کا انتظار کرنا ان تھوڑے بہت معلومات کو بھی ضائع کر دینا۔ جو مطالعے اور سفر سے اتفاقاً مجھے حاصل ہوئے تھے۔ اس لیے جو مجھ سے ہو سکا مرتب کیا گیا ہے۔ اور اس کی کوتاہیوں کے پورے احساس و اعتراف کے ساتھ افادے و اعلام کے لیے نہیں بلکہ اصلاح کی غرض سے اہل علم کی خدمت میں پیش ہے۔'' (۲۱)

ڈاکٹر صاحب نے ''عہدِ نبویؐ کے میدان جنگ'' میں نبی کریمؐ کے نظام دفاع اور آپؐ کے غزوات کو نہایت انوکھے انداز میں پیش کیا ہے اور ایسا انداز اختیار کیا ہے جس کی مثال اس سے پہلے نظر نہیں آئی تھی۔ کتاب عام فہم ہے اور اس میں کوئی پیچیدگی اور مشکل نظر نہیں آتی۔ آپ نے نبی کریمؐ کی فوجی مہم و فراست کو جس انداز میں بیان کیا ہے وہ قابل بیان ہے۔ سب سے پہلے لکھتے ہیں کہ:

''آپؐ نے کس طرح سے مسلمانوں کی سب سے پہلی، بہت ہی ننھی منی سلطنت جو مدینہ منورہ میں قائم ہوئی، اس کو ابتداء میں مختلف قسم کی مشکلات سے بچانے کے لیے کس طرح اپنی تدبیروں کا آغاز کیا تھا؟ مکہ معظمہ سے مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آنے پر مجبور ہوئے اور خود رسول اللہؐ وہاں سے تشریف لائے تو شاید عام حالات میں کسی سلطنت کے قیام کی ضرورت پیش نہ آتی۔ لیکن مشرکین نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور مدینہ والوں کو لکھ بھیجا کہ ہمارے دشمن (حضرت محمد) کو یا تو جان سے مار ڈالو یا انہیں اپنے ملک سے نکال دو، ورنہ ہم کوئی مناسب تدابیر اختیار کریں گے۔''

ڈاکٹر صاحب مزید لکھتے ہیں کہ:

یہ فوجی حملے کی دھمکی ایسی تھی کہ کوئی شخص آسانی سے اس کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ خاص کر وہ نبی جو دنیا کے سارے لوگوں کے لیے اسوہ حسنہ تھا۔ آپ بتاتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے اولین مسئلہ جو کہ مہاجرین کے روزگار اور ان کی فوری ضرورتوں کو پورا کرنے کا تھا، اس کے حل کے لیے مواخات کا طریقہ اختیار فرمایا۔ دوسری تدبیر آپؐ نے یہ فرمائی کہ مدینہ کے مختلف قبائل کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اپنے مذہبی اختلافات اور قبائلی

انفرادیت کے باوجود یہ مناسب ہوگا کہ تم سب مل کر ایک چھوٹی سی مملکت قائم کرلو۔ آپس میں مرکزیت پیدا کر لو اور اپنے دشمن کے مقابلے کے لیے ایک موجودہ قوت کو اس طرح مجتمع کرو کہ اس کا کوئی جزو ضائع نہ ہونے پائے۔ لہٰذا ایک مملکت قائم ہوئی جس میں مسلمانوں کے علاوہ یہودی اور مشترکہ قبیلے داخل ہوئے اور ان سب نے آپ کو اپنا سردار تسلیم کرلیا۔ (۲۲) فتح مکہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ:

> ''رسول اللہؐ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے ہیں کہ اذان دو۔ اس دن وہ خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان شروع کرتے اور کڑک کر ''اشہد ان محمّداً رسول اللّٰہ'' کا نعرہ لگاتے ہیں۔ نماز کے بعد رسول اکرمؐ مکہ والوں سے مخاطب ہوکر پوچھتے ہیں کہ تم مجھ سے کیا توقع کرتے ہو؟ انہیں بیس سالہ ظلم، فتنہ انگیزی اور فساد یاد آتے ہیں اور وہ شرم سے سر جھکا لیتے ہیں اور سوائے اس کے کچھ نہیں کہہ سکتے کہ آپ شریف ہیں، شریف زادہ ہیں اس پر آنحضورؐ کے جواب کو تاریخ عالم میں لافانی ولاثانی کہنا چاہیے۔'' (۲۳)

اب ان کی طرف مخاطب ہوکر فرماتے ہیں:

> ''تم پر اب کوئی مواخذہ، کوئی ذمہ داری نہیں، جاؤ تم سب کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔''

ڈاکٹر صاحب کا یہ اسلوب بیان قاری کے لیے دلچسپی کا باعث بنتا ہے اور آپ کا اس قسم کا انداز اختیار کرنا قابل داد ہے۔ نبی کریمؐ کا مکے میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہونے کو ڈاکٹر صاحب نہایت دلکش انداز میں بیان کرتے ہیں:

> ''دس سال کی شبانہ روز جسمانی اور روحانی کاوشوں کے بعد مکے کا جلاوطن اب وہیں فاتحانہ داخل ہورہا تھا مگر کس انداز سے؟ کسی جبار فاتح کی طرح اکڑتے، سینہ تانے، اور مسبب حقیقی کو بھلا کر نشہ خود پرستی میں سرشار؟ نہیں، بلکہ ابن ہشام کے مطابق بارگاہ خداوندی میں سرنیاز جھکائے اور بار بار اونٹنی کے کجاوے ہی پر سجدہ شکر ادا کرتے ہیں اور پچھلی مالی روحانی اذیتوں پر انتقام کے خیال کی جگہ ''لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقا'' (آج تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوا۔ جاؤ تم سب آزاد ہو)

عفو اور عام درگزر کا اعلان کرتے ہوئے جو بالفاظ مولانا مناظر احسن گیلانی:

﴿ اُدْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّداً وَقُوْلُوا حِطَّةٌ ﴾

''اس شہر میں داخل ہوؤ اور جیسا چاہو کھاؤ'' لیکن دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے معافی کہتے ہوئے داخل ہو کی خالص اسلامی شان کا مکمل مظاہرہ تھا۔'' (۲۴)

❽ سیرت کے واقعات سے اہم نتائج اخذ کرنا

مصنف کو واقعات اور معلومات سے نتائج اخذ کرنے کا بہترین سلیقہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جب بھی قلم اٹھاتے ہیں۔ سیرت نبویؐ کے کسی نہ کسی نئے گوشے کو نمایاں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب Muhammad Rasullah میں نبی کریمؐ کی شادی کے حالات کے تحت لکھتے ہیں کہ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کے پاس خود نکاح کا پیغام بھیجا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہوئے عربوں میں عورتوں کی عزت تھی لکھتے ہیں کہ:

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عرب معاشرے میں خواتین کو نہایت بلند مقام حاصل تھا۔ یہ بھی درست ہے کہ عرب میں بیٹیوں کو پیدائش کے بعد دفن کرنے کے واقعات ہوئے ہیں لیکن ایسے واقعات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ پھر یہ واقعات انفرادی نوعیت کے ہیں اور ان کا منبع بھی عورت کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تکریم کا رجحان ہے۔ (۲۵)

ایک دفعہ قحط کے دوران آپ کی رضاعی ماں حلیمہ آئیں۔ دوسرے یتیم، بیوائیں اور بے نوا مسافر، وہ انہیں امداد کے لیے اپنی اہلیہ کے پاس بھیجتے اور وہ ہمیشہ ایسے افراد کی کھلے دل سے امداد کرتیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

''اس حقیقت سے صاف ظاہر ہے کہ خواتین (عرب میں) اپنے مال و دولت پر مکمل اختیار رکھتی تھیں اور ان کے شوہر بھی ان کی مرضی کے بغیر ان کی دولت صرف کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔'' (۲۶)

مکہ کے مملکت اسلامیہ میں شامل ہونے کے بعد اور نبی کریمؐ کے اس اعلان سے پہلے کہ آئندہ کوئی کافر

بت پرستی کی غرض سے کعبۃ اللہ میں داخل نہیں ہو سکے گا، مسلمان تو کعبۃ اللہ کو دین اسلام کا مرکز کے طور پر استعمال کر رہے تھے اور عرب کے کونے کونے سے آنے والے کفار خانہ خدا میں بت پرستی کی رسوم بھی ادا کر رہے تھے۔ ڈاکٹر صاحب اس سے یہ بات ثابت کرتے ہیں کہ مکہ کو جبراً اسلامی مملکت میں ضم نہیں کیا گیا بلکہ رسول خداؐ نے شہر کی حکومت تبدیل کرنے پر اکتفا کیا۔ (۲۷)

⑨ مسلمہ حقائق نئی تعبیریں یا انفرادیت

ڈاکٹر محمد حمید اللہ اپنی تحقیق سے نہ صرف نئے حقائق منظر عام پر لاتے ہیں بلکہ مسلمہ حقائق کی نئی نئی تعبیریں پیش کرتے ہیں بلکہ بعض چیزوں میں ان کی انفرادیت ہے۔ لیکن اپنی تاویلات پر بضد نظر نہیں آتے بلکہ فیصلہ قاری پر چھوڑے ہیں اور مناسب و بہترین کی بقاء پر یقین رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب: "The Prophet's Establishing a State and His Succession" کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں کہ:

> "In Collecting here my humble studies on certain aspects of the problem my only ambition is to focus attention of scholars to some new interpretations of old and well known facts. They have come to my mind, Yet I do not insist on them. I believe in the survival of the fittest." (28)

اس کی ایک مثال ہمیں ڈاکٹر صاحب کی کتاب ''رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی'' میں بھی ملتی ہے کہ جس میں آپ نے واقعات کی تاریخوں پر اختلاف کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا مثلاً کسریٰ پرویز کا اپنے بیٹے کے ہاتھ قتل ہونا، اس قتل کی اطلاع آپ تک پہنچنا وغیرہ کی تاریخوں اور واقعات کے بارے میں اپنی رائے ظاہر کردی اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ:

> ''مجھے ان اخذ کردہ نتائج پر اصرار نہیں ہے اور اگر اہل علم ان کی اصلاح کر سکیں اور گھتیوں کو سلجھا سکیں تو سیرۃ نبویہ کی ایک الجھن رفع ہو سکے گی۔'' (۲۹)

اسی طرح اپنی کتاب ''خطباتِ بہاولپور'' کے موضوع ''عہدِ نبوی میں نظام مالیہ اور تقویم'' میں ایک نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ مکرمہ میں ہی شروع ہوئی اور اس پر اصرار نہیں کرتے، فرماتے ہیں کہ:

''اگر مکہ ہی میں زکوٰۃ فرض ہو چکی تھی، جس معنی میں ہم فرض سمجھتے ہیں تو اس کا ہمیں کوئی ثبوت نہیں ملتا یعنی مکہ میں رسول اکرمؐ کی طرف سے اس کی وصولی اور خرچ کا انتظام کیا گیا ہو یا اس کی مقدار معین ہوگی۔ اس کی میعاد مقرر ہوگی۔ اس کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ ان حالات میں مجبوراً اس نتیجے پر پہنچنا پڑتا ہے (اور میری ذاتی رائے ہوگی، آپ پابند نہیں کہ اسے قبول بھی کریں) کہ زکوٰۃ کی ابتداء اور اس کا آغاز اخلاقی اور رضا کارانہ اساس پر ہوا۔ رسول اللہؐ مسلمانوں سے کہتے تھے کہ اپنی تجارت، زراعت اور دیگر کمائیوں سے خدا کی راہ میں خرچ کرو اور کوئی تعجب نہیں کہ وقتاً فوقتاً مسلمان خود رسولؐ کی خدمت میں مال پیش کرتے ہوں تاکہ اپنی صوابدید سے اس مال کو خرچ کریں اور کبھی خود ہی اپنی صوابدید سے خرچ کرتے ہیں۔'' (۳۰)

اس لحاظ سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب اپنی رائے میں اکیلے معلوم ہوتے ہیں لیکن انداز تحکمانہ نہیں بلکہ علمی اور محققانہ ہے اور قاری کو مزید تحقیق کرنے اور سوچنے پر ابھارتے ہیں۔

⑩ مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی کتب سیرت میں مستشرقین کے اعتراضات کے مسکت جوابات دیئے ہیں۔ رسول اللہؐ کے خط کو جعلی ثابت کرنے کے لیے ڈنلاپ نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا لیکن ڈاکٹر صاحب نے بدلائل اس خط کو اصل ثابت کیا۔ اسی طرح حدیث رسول کو بعد کی پیداوار قرار دینے کے تمام دلائل کو صحیفہ ہمام بن منبہ کی دریافت نے غلط ثابت کر دیا اسی طرح الوثائق السیاسیہ بھی تدوین حدیث کی ابتداء دور رسالت سے ثابت کرتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، اسلامی ریاست، عہد رسالت کے طرز عمل سے استشہاد (الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور ۱۹۹۲ء) ص ۹۔

۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی (دارالاشاعت کراچی، ۱۹۸۷ء طبع ہفتم) ص ۶۔

۳۔ ایضاً، ص ۳۷۔

۴۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہدِ نبویؐ کے میدان جنگ (اسلامی اکادمی لاہور) ص ۸۷۔

۵۔ محمد طفیل، نقوش، رسول نمبر (جلد ۱۱، شمارہ ۱۳۰، ادارۂ فروغ اردو، لاہور،) تقدیم۔

۶۔ ایضاً۔

7- Dr. Muhammad Hamidullah, Muhammad Rasulullah, (Idara-e-Islamiat Lahore) P19

۸۔ ایضاً، ص ۳۳۔

۹۔ ایضاً، ص ۴۱۔

۱۰۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہدِ نبویؐ کے میدان جنگ، ص ۶۰۔

۱۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہدِ نبویؐ میں نظام حکمرانی (اردو اکیڈمی، کراچی ۱۹۸۷ء) ۸۵۔۸۶۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۶۳۔۲۶۵۔

۱۳۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطباتِ بہاولپور، (اسلامیہ یونیورسٹی، بہاولپور، ۱۴۰۱ھ) ص ۱۳۳۔

۱۴۔ ایضاً، ۱۴۷۔۱۴۸۔

۱۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، ص ۱۴۰۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۴۷۔۱۴۸۔

۱۷۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، محمد رسول اللہؐ، ص ۴۳۔

۱۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، ص ۹۔۱۱۔

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۰۷۔

۲۰۔ ایضاً، ص ۴۴۔

۲۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، عہدِ نبویؐ کے میدان جنگ، ص ۲۰۔

۲۲۔ ایضاً،ص۲۳۔۲۴۔

۲۳۔ ایضا،ص۶۴۔

۲۴۔ ایضاً،ص۶۴۔۶۵۔

۲۵۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ،محمد رسول اللہؐ،ص ۲۸۔

۲۶۔ ایضاً،ص۳۰۔

۲۷۔ ایضاً،ص۱۲۱۔

۲۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ،محمد رسول اللہؐ(دیباچہ)۔

۲۹۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ،رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی،ص۲۲۴۔

۳۰۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ،خطباتِ بہاولپور،ص ۲۶۸۔